حج کے بعد
تصنیف
مورخِ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

# حج کے بعد

تصنیف

مورخِ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

ناشر

**فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ**

FARID BOOK DEPOT(Pvt.)Ltd.

NEW DELHI -110002

| | |
|---|---|
| نام کتاب | حج کے بعد |
| مصنف | مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ |
| تعداد صفحات | ۳۹ |
| سن اشاعت | شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ ستمبر ۲۰۰۵ء |
| کمپوزنگ | محمد صادق مبارک پوری |
| پروف ریڈنگ | مولانا عبدالوافی صاحب مبارک پوری |
| قیمت | |


## فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| اظہار تشکر | مولانا قاضی سلمان صاحب مبارک پوری |
| تعارف مصنف | محمد صادق مبارک پوری |
| پیش لفظ | مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ |
| حاجی کا مقام وطن لوٹتے ہوئے | ۷ |
| احتساب اور جائزہ | ۱۳ |
| حج سے مراجعت کا حکم | ۱۷ |
| دوری میں قربت | ۱۹ |
| پھر احتساب وجائزہ | ۲۲ |
| حاجی کی زندگی کا لائحہ عمل | ۲۴ |
| حقیقی تحفہ کیا ہے؟ | ۲۹ |
| مشاعر اسلام سے اسلامی شعور | ۳۳ |
| ایک عارف باللہ کے جذبات واحساسات | ۳۸ |




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اظہار تشکر

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ علی سید المرسلین أما بعد!

حضرت والد مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوری علیہ الرحمۃ کا کتابچہ ”حج کے بعد“ سب سے پہلے ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۶ھ میں انجمن خدام النبی بمبئی نے شائع کیا تھا، پھر مختلف اوقات میں اشاعت پذیر ہوتا رہا، آخری ایڈیشن مکتبہ دانش ٹانڈہ ضلع امبیڈ کرنگر نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا، کتابچہ اصل میں ان تقاریر کا مجموعہ ہے، جو پانی کے جہاز پر دوران سفر حج کی گئی تھیں۔ اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ایک حاجی حج سے واپسی پر اپنی زندگی اس طرح سے گزارے کہ وہ دوسروں کیلئے نمونہ اور مثال بن جائے۔

بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت محترم محمد ناصر خان صاحب مالک فرید بک ڈپو کی توجہ کا نتیجہ ہے، اور موصوف کا عزم ہے کہ مورخ اسلام کی تمام کتابیں دور حاضر کے مطابق اعلیٰ معیار پر شائع کی جائیں جیسا کہ اس ادارہ نے اب تک ایک درجن سے زائد مورخ اسلام کی تصانیف شائع کی ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام فرما کر مصنف علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

طالب دعاء

قاضی سلمان مبارک پوری

حجازی منزل، مبارک پور، اعظم گڈھ

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۶ر ستمبر ۲۰۰۵ء

## تعارفِ مصنف

### مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

مورخِ اسلام، بلند پایہ محقق، عظیم مصنف، ماہر ادیب، قادر الکلام شاعر اور سادگی و تواضع میں سلفِ صالحین کی نظیر تھے۔

۴ر رجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷ر مئی ۱۹۱۶ء میں مبارک پور میں پیدا ہوئے، آپ کے نانا مولانا احمد حسین صاحب رسول پوریؒ نے آپ کا نام عبد الحفیظ تجویز فرمایا، مگر قاضی اطہر سے مشہور ہوئے۔

قرآن کی ابتدائی تعلیم والدین سے پائی، آپ کی تعلیم و تربیت میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مبارک پوریؒ، محی السنہ حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مبارک پوریؒ، فقیہِ عصر مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ اور جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوریؒ کا خاص طور سے حصہ ہے۔

دورۂ حدیث شریف جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب، مراد آبادیؒ، مولانا سید محمد میاں صاحبؒ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلیؒ سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں چند سال مدرس رہے۔

قاضی صاحب کی زندگی کا بیش تر حصہ صحافت میں گذرا، ''زم زم''، ''انصار''، اور ''انقلاب'' کے کالموں کو سجایا، طویل عرصہ تک ''البلاغ'' کی ادارت فرمائی۔

آپ تقریر بھی کرتے تھے، آپ کی تقریر بڑی دل نشیں ہوتی تھی، آپ تیسوں کتابوں



کے مصنف تھے، ان میں رجال السند والہند، خیر القرون کی درس گاہیں، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں وغیرہ شامل ہیں، آپ کے تصنیفی کارناموں کی گونج پورے عالم اسلام میں سنی جاتی ہے۔

قاضی صاحب علمی و تحقیقی شخصیت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے، مگر اپنے چھوٹوں سے بھی بہت محبت و شفقت کرتے تھے، خود راقم الحروف کے ساتھ بڑی شفقت و کرم کا معاملہ فرماتے تھے۔

۲۷ر صفر ۱۴۱۷ھ ۱۴ر جولائی ۱۹۹۶ء یکشنبہ کا دن گذار کر شب میں دس بجے جوارِ رحمت میں پہونچ گیے، دوسرے روز دوشنبہ کو تین بجے دن میں مولانا مفتی ابو القاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس، رکنِ شوریٰ دار العلوم دیو بند نے نماز جنازہ پڑھائی، بنارس، جون پور، اعظم گڈھ، مئو، غازی پوری، گورکھپور وغیرہ کے علمائے کرام اور فضلائے عظام کے عظیم مجمع میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

محمد صادق بن مولانا جمیل احمد صاحب مبارک پوری

استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڈھ

۱۲ر شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

یہ رسالہ اب سے گیارہ سال پہلے ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ میں شائع ہوا تھا اور اللہ کے فضل و کرم سے بہت زیادہ مقبول ہوا، ہندوستان کے علاوہ مدینہ منورہ، افریقہ اور برما وغیرہ سے اس کی طلبی ہوئی، بعض وجوہ کی بنا پر دوبارہ شائع نہ ہو سکا، اور اب اس کے شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے، اس مدت میں راقم کا دوبارہ حج ۱۳۸۵ھ میں ہوا، اس درمیانی مدت میں ہمارے خاندان پر اللہ تعالی کا خاص فضل و کرم رہا، اور خاندان کے کئی فرد نے متعدد بار حج و زیارت کی دولت پائی، کم از کم چار پشتوں سے ہمارے خاندان میں حج و زیارت کی دولت چلی آرہی ہے، اس درمیانی مدت میں اس میں کافی اضافہ ہوا، اور حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفا وتعظیما) سے ایمان و محبت کا خصوصی تعلق قوی تر ہو گیا۔

والحمد للہ علی ذلک.

اللہ تعالی جناب الحاج محمد حسین توفیق صاحب صدر انجمن خدام النبی اور جناب الحاج اسماعیل ہاشم صاحب سکریٹری انجمن خدام النبی اور دوسرے اراکین کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس رسالہ کو دوبارہ شائع کر کے حجاج کرام میں مفت تقسیم کیا۔

قاضی اطہر مبارک پوریؒ

بمبئی ۱۷رذی الحجہ ۱۳۸۷ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

ہر سال حجاج کرام بہت بڑی تعداد میں ہندوستان سے حجاز مقدس جاتے ہیں، اور حج و زیارت کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں، یہاں سے جاتے ہوئے ان کو حج و مناسک اور سفر کے بارے میں ہر طرح کی معلومات بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ اور بہت سے ادارے اور انجمنیں اس سلسلے میں کام کرتی ہیں، مگر حج سے واپسی کے بعد حجاج کرام کو کیا کرنا چاہئے، اور ان کی زندگی اب کس انداز میں بسر ہونی چاہئے، اس سلسلہ میں کوئی چیز اب تک نظر نہیں پڑی، اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس کی طرف حاجیوں کی قدیم خادم جماعت، انجمن خدام النبی بمبئی کو توجہ دلائی، اور اس نے یہ پہلی چیز پیش کی۔

۱۳۷۴ھ (۱۹۵۵ء) میں راقم الحروف کو اللہ تعالی نے پہلی بار حج و زیارت کی دولت سے نوازا، تو واپسی پر مظفری جہاز میں مجھ سے چار تقریریں کرائی گئیں، عصر سے مغرب تک چودہ سو سے زائد حجاج کرام کے سامنے میں نے چار دن میں اسی بات پر زور دیا تھا، جسے اب کتابی شکل میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، ان چار سمندری تقریروں میں جو باتیں کہی گئی تھیں، وہ سب اس میں آگئی ہیں، بلکہ مزید برآں اور بھی بہت سی کام کی باتیں آگئی ہیں۔

یہ حسن اتفاق ہمارے لیے سعادت مندی اور نیک فال ہے کہ ساتویں ذوالحجہ کو یہ رسالہ شروع کیا گیا، اور نویں کی دوپہر کو چار نشستوں میں تقریبا آٹھ گھنٹوں میں مرتب ہو گیا۔

یعنی حجاز مقدس کی تاریخ کے حساب سے ۸/۹/۱۰ رذوالحجہ میں یہ کتاب لکھی گئی، جو عین ایام حج ہیں، ان اوراق کی تسوید میں بیت اللہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ کے روح پرور منظروں اور ایمان افروز نظاروں کے تصورات نے بڑی روشنی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس تقریر اور تحریر کو قبول فرمائے، اور حجاج کرام کے حق میں زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر مجھے بھی اپنے فضل وکرم سے نوازے کہ صرف اسی کے فضل وکرم نے مجھے بھی حج وزیارت کی دولت سے نوازا ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

قاضی اطہر مبارک پوری

بمبئی

دوشنبہ ۹ رذوالحجہ ۱۳۷۶ھ

مطابق ۸ رجولائی ۱۹۵۷ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## أهلا و سهلا و مرحبا

حجاج کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ تمام حضرات کو حج وزیارت مبارک ہو۔ آپ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مہمانی میں جو مقدس ایام بسر کیے ہیں، ان کی ایک ایک ساعت مبارک ہو، اور ہر ساعت کی لامحدود برکتیں مبارک ہوں، حج وزیارت سے فارغ ہونے کے بعد دنیا کی ایک ایک چیز آپ کا استقبال کر رہی ہے، اس فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق جس پر ہمارا اور آپ کا ایمان ہے، حج سے واپسی پر آپ کی حیثیت اس بچے کی سی ہے، جو



ابھی ابھی دنیا میں آیا، اور جس نے اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے ابھی ابھی آنکھ کھولی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من حج هذا البيت فلم ير فث ولم يفسق رجع كيو م ولدته أمه (بخاری ومسلم)

جو شخص اس طرح حج کرے کہ بے حیائی کا کام نہ کرے، اور نہ برائی کرے، تو ایسے لوٹے گا کہ جیسے آج ہی اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

والحج المبرو ر ليس له جزا ؤه الا الجنة (بخاری ومسلم)

حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔

## حاجی کا مقام وطن لوٹتے ہوئے

پس جب کہ آپ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر اپنے وطن کی طرف لوٹ رہے ہیں، اور حرمین شریفین میں حاضری کے بعد آپ کے دل بال بچوں کے لیے مشتاق ہیں اس وقت یہ دنیا آپ کا پرجوش استقبال کر رہی ہے، آپ کے قدم قدم پر چشم براہ ہو کر خوش آمدید کہتی ہے، اور آپ سے اس کی بہت سی امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں، کیوں کہ آج کے گنہ گار دور میں آپ حج کی بدولت گناہوں سے پاک وصاف ہوگیے، اور آپ کی روح سے لے کر جسم تک میں نیکی، صفائی، خدا پرستی، دین داری اور دیانت داری رچی ہوئی ہے، آپ کے چہروں پر قبولیت کے آثار نمایاں ہیں، آپ کے دل میں نور ایمان جاگ رہا ہے، آپ کی آنکھوں میں اللہ ورسول کی سچی محبت کی روشنی چمک رہی ہے، آپ کی ایک ایک حرکت سے طہارت و پاکیزگی ٹپک رہی ہے، غرض کہ آپ کی

ذات آج ایک مقدس کتاب ہے، جس کی سطر سطر میں عصمت وعفت، محبت ورافت، دین ودیانت اور تقوی وطہارت کے بے شمار معانی ومطالب ہیں، اور دنیا کی نظر آپ پر اس طرح جمی ہوئی ہے کہ آپ سے اس کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔

غرض کہ حج وزیارت سے واپسی کے موقع پر آپ وہ نہیں رہے، جو گھر سے نکلتے وقت تھے، بلکہ آپ کی زندگی کی تمام قدریں بدل چکی ہیں، اور صلاح وتقوی کے سانچے میں آپ کی ذات ڈھل کر کچھ اور ہی بن گئی ہے۔

اگر حرمین شریفین جاتے ہوئے آپ کے دوست، احباب اور اعزہ واقارب نے روتی آنکھوں اور لرزتے ہوئے لبوں سے الوداع اور خدا حافظ کہا تھا تو حرمین شریفین سے واپس آتے ہوئے انھیں لوگوں کی مسکراتی ہوئی نگاہیں، ہنستے ہوئے دل اور اٹھتے ہوئے ہاتھ، آپ کا پر جوش استقبال کر رہے ہیں، اور آپ کے حج مبرور مقبول کی برکت حاصل کرنے کے لیے بیتاب ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خیر ما یموت علیه العبد أن یکون قافلا من حج أو مفطرا من رمضان۔" بندے کی بہترین موت وہ ہے، جو حج سے واپسی کی حالت میں ہو یا روزہ افطار کرنے کی حالت میں ہو۔

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:

"الحاج فی ضمان اللہ مقبلا و مدبرا۔"

حاجی اللہ کی ذمہ داری اور نگرانی میں ہوتا ہے، جاتے ہوئے بھی اور آتے ہوئے بھی۔

ان احادیثِ نبویؐ کے بموجب حجاج کرام اس وقت بھی زندگی کی اس مقدس وادی



میں ہیں جہاں کی موت، بہترین موت ہوتی ہے، اور جہاں کی زندگی بہترین زندگی ہوتی ہے، ایسی زندگی اور موت جو اللہ کی ضمانت اور ذمہ داری میں ہے اور جس کا معاملہ صرف اسی اللہ تبارک وتعالی کی حفاظت ونگرانی ہے کہ اس کے اور اس کے رسول کے گھر بندہ ذرہ بن کر گیا تھا، اور ستارہ بن کر واپس آرہا ہے، پروانہ بن کر گیا تھا، اور شمع بن کر واپس آرہا ہے یعنی جرائم ومعاصی کا پتلا بن کر گیا تھا، اور طہارت وتقوی کی تصویر بن کر واپس آرہا ہے۔

ان ہی مبارک خصوصیات اور مقدس صفات کی وجہ سے دنیا کا ذرہ ذرہ حجاج کا استقبال کرتا ہے، اور ان سے اپنی نیک آرزوئیں وابستہ رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے حکم ہمیں دیا ہے کہ

"اذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحه و مره أن یستغفر لك قبل أن یدخل بیته فانه مغفور له۔"

جب تم واپسی پر حاجی سے ملاقات کرو، تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کر کے گذارش کرو کہ وہ تمہارے لیے اپنے گھر جانے سے پہلے دعائے مغفرت کرے، کیوں کہ اس کی مغفرت کی جاچکی ہے۔

اس حدیث کے بموجب علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح گھر سے حج کو جاتے ہوئے حاجی سے دعا کرانی چاہئے، اسی طرح واپسی پر گھر پہونچنے سے پہلے اس سے دعا کرانی چاہئے، یہ وقت بھی اس کی دعا کی قبولیت کا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو شوق وترغیب دلایا کرتے تھے کہ حاجیوں اور مجاہدوں

کے گھر واپس ہونے سے پہلے ان سے دعا کرالیا کریں، کیوں کہ ابھی وہ اللہ کی راہ میں اور اللہ کی نگرانی و ذمہ داری میں ہیں۔

"عن عمر قال تلقو الحاج و الغزاة فليد عوالكم قبل ان يتد نسوا."

تم لوگ حجاج اور غزاۃ سے بڑھ کر ملاقات کرو اور چاہئے کہ وہ دنیاداری میں پڑنے سے پہلے پہلے تمہارے حق میں دعا کریں۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حجاج کی ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجدِ حرام کے دروازے پر اپنی سواریاں بٹھائے ہوئے ہے، تو آپ نے فرمایا:

"لو يعلم الركب بمن أنا خوا العلمو ا ان سير جعو ا با لفضل بعد المغفرة."

اگر اس کارواں والے اچھی طرح سمجھ لیں کہ کس ذات کے در پر انھوں نے ڈیرا ڈال رکھا ہے، تو خوب سمجھ جائیں گے کہ مغفرت کے علاوہ وہ مزید فضل کو لے کر یہاں سے واپس ہوں گے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حاجیوں کے ایک قافلہ کو دیکھا، تو اس سے دریافت کیا کہ یہ کون سوار ہیں، انھوں نے کہا: ہم حجاج ہیں، آپ نے دریافت فرمایا: کیا حج کے سوا کسی اور چیز نے تم کو یہاں ٹھہرایا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! تو آپ نے فرمایا:

"لو يعلم الركب بمن أنا خوا لقرت أعينهم با لفضل بعد المغفرة والذي نفس عمر بيده ما رفعت نا قة خفها و لا وضعته الا رفع الله له



بها درجة و حط عنه بها خطيئة و كتب له بها حسنة."

اگر یہ قافلہ اچھی طرح سمجھ لے کہ کس ذات کے در پر اس نے اپنی سواری بٹھائی ہے تو مغفرت کے بعد مزید فضلِ خداوندی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے، اس کی سواری جو قدم بھی اٹھائی گی یا جو قدم بھی رکھے گی، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرے گا، اور ایک گناہ معاف کرے گا، اور ایک نیکی دے گا۔

ان احادیث و آثار کی روشنی میں یہ حقیقت الم نشرح بن کر عیاں ہے کہ اگر حاجی اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار سے نجات و مغفرت کا پروانہ لے کر نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے مزید فضل و کرم کی متاعِ گراں مایہ بھی دوسروں کے لیے عنایت فرما دیتا ہے، اور اس مزید براں فضل بے پایاں میں ان تمام مسلمانوں کا حصہ ہوتا ہے، جو اب تک حج و زیارت کی دولت سے بہرہ مند نہیں ہو سکے، اور بڑی آرزومندی سے اس سعید گھڑی کے منتظر ہیں، جب وہ خود حج کے لیے نکلیں گے۔

یہی فضلِ خداوندی ہے جو دوسروں کے حق میں دعا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور حاجی جس آدمی کے لیے دعا کرتا ہے، اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اسی مغفرت اور فضل کی وجہ سے حاجی کے استقبال اور اس سے مصافحہ اور معانقہ اور دعا کی درخواست کا حکم آیا ہے۔

حاجی کے ساتھ اسی فضلِ خداوندی اور حکمِ نبویؐ کی وجہ سے مسلمانوں نے ہمیشہ حجاج کرام کا بڑی عقیدت و محبت سے استقبال کیا ہے، اور ان سے دعا کرائی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ جب حجاج کی واپسی کا وقت آتا تو اپنے لڑکوں کو ساتھ لے کر بغداد کے باہر ان کے استقبال کے لیے جاتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے۔

دمشق اور بغداد کے مسلمان جس شدت اخلاص ومحبت اور والہانہ انداز سے اللہ و رسول کے ان مہمانوں کا استقبال کرتے تھے، اس کا تذکرہ چھٹی صدی کے مغربی سیاح علامہ ابن جبیر اندلسیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ باوجودیکہ مغربی ممالک کے مقابلہ میں یہاں کے لوگ حرمین شریفین سے زیادہ قریب ہیں، اور ان کے لیے سفر کی آسانیاں ہیں، لیکن یہ لوگ حجاج کی واپسی پر ان کا پرجوش استقبال کرتے ہیں، ان سے برکت حاصل کرنے اور ان کو چھونے کے لیے پروانوں کی طرح گرتے ہیں۔ اسی سال (۵۸۱ھ) کا واقعہ ہے کہ دمشقی حاجیوں کے ساتھ بہت سے مغربی حاجی بھی اپنے وطن واپس آرہے تھے، تو لوگوں کی ایک عظیم الشان جماعت نے شہر دمشق سے نکل کر استقبال کیا، جس میں مردوں کی طرح عورتیں بھی اللہ ورسول کے ان مہمانوں سے برکت حاصل کرنے کے لیے آئی تھیں، یہ لوگ نادار اور غریب حجاج کو روپیہ پیسہ دیتے تھے، اور ان کی خدمت میں کھانا پیش کرتے تھے، مسلم خواتین کی وارفتگی اور حجاج سے برکت حاصل کرنے کا یہ عالم تھا کہ وہ حاجیوں کو روٹی کو پیش کرتی تھیں، جب وہ اسے دانت سے کاٹ لیتے تو جھپٹ کر لے لیتی تھیں، اور اس جھوٹے کو برکت سمجھ کر کھا جاتی تھیں۔ اور روٹی کے بدلہ حاجیوں کو روپیہ، پیسہ ادا کرتی تھیں، یہی حال بغداد کا بھی تھا، وہاں کے لوگ بھی اسی انداز سے حجاج وزوّار کا استقبال کرتے تھے۔



حجاج کرام کے استقبال کے اس مجمع کو ہم بالکلیہ مستحسن نہیں قرار دیتے، اور مردوں کے ساتھ عورتوں کے اس جم غفیر کو کسی طرح بھی بہتر نہیں سمجھتے، مگر یہاں پر ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ حاجیوں کا مرتبہ، مسلم عوام، مردوں، عورتوں اور بچوں میں ہمیشہ سے کیسا سمجھا گیا ہے، اور کس ذوق وشوق سے دل کی گہرائیوں اور روح کی توانائیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا ہے۔

آج بھی دنیا بھر کے مسلمان اللہ ورسول کے ان مہمانوں کے جانے اور آنے کے موقع پر جس عزت واحترام اور شوق ومحبت کا اظہار کرتے ہیں، شاید اس کا عشرعشیر بھی کسی دوسری جماعت کے سفر پر جانے یا واپس آنے پر مظاہرہ نہیں کرتے۔

پس یہ عوام کی طرف سے والہانہ جذبات کا اظہار، یہ فریفتگی وشگفتگی کی فراوانی، اور یہ ہاتھوں ہاتھ لینے کی حسین خواہش کس لیے ہوتی ہے؟ حاجیوں کے ساتھ عقیدت وخلوص کی بنیاد کیا ہے؟ اور کل تک جن لوگوں کو اس مقدس سفر سے پہلے کوئی نہیں پوچھتا تھا، آج ان کو ہر طرف سے **أهلا وسهلا و مرحبا** جو کہا جارہا ہے، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اسے عوام سے زیادہ خود حجاج کو سمجھنا چاہئے، اور حج وزیارت کی قبولیت واجابت کی روشنی میں اس کا کھوج لگانا چاہئے۔

## احتساب اور جائزہ

اے اللہ کے وفود! اے رسولؐ کے مہمانو! اور اے حرمین شریفین کی برکتوں سے مالا مال ہو کر لوٹنے والے حاجیو! اب آپ اپنے وطن سے قریب ہو گیے ہیں، آپ کو واپسی

مبارک ہو۔ خدا کرے آپ اپنے بال بچوں میں ہنسی خوشی سے جائیں۔ اور آپ کے بعد آپ کے خاندانی حالات، ذاتی معاملات اور خانگی امور میں ہر طرح کی اطمینانی صورت ہو، اور آپ جن پاک جذبات اور لطیف احساسات کو لے کر اپنے گھر سے نکلے تھے، ان کی جیتی جاگتی تصویر اپنے دلوں اور اپنے دماغوں میں لے کر واپس جائیں! اس وقت آپ کو احتساب کرنا ہے، اور اب اپنی ذات کا جائزہ لینا ہے کہ آپ نے کیا دیا؟ کیا لیا؟ اپنے لیے کیا لے کر آئے ہیں؟ اور دوسروں کے لیے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ نے کتنی مادی دولت خرچ کی اور کس قدر روحانی دولت حاصل کی، اس دور دراز کے سفر میں آپ نے کس قدر جسمانی مشکلات برداشت کیں، اور کتنی روحانی سہولتیں پائیں، موسموں اور فصلوں کے اختلاف و تغیر نے آپ کے اندر گھر سے حجاز تک اور حجاز مقدس سے گھر تک کیا کیا تبدیلی کی، اور آپ نے اس کے نتیجے میں دین و روحانیت کی سدابہار دنیا سے عزیمت و استقلال کیا متاع حاصل کی، تین چار ماہ کے سفر کی صعوبتوں کے بعد آپ کو صحت و شفا کا کون سا دوامی نسخہ ملا، اور پھر یہ کہ آپ ہمارے لیے وہاں سے کیا لائے ہیں؟ جہاں سے ساری دنیا کو وہ سب کچھ ملا، جس کے لیے دنیا منتظر، اور آرزومند رہی ہے۔

حج و زیارت کی برکتوں سے مالا مال ہو کر لوٹنے والو! تم اپنی خوش بختی پر جتنا ناز کرو کم ہے، مگر ان خوش نصیبوں کو بھی اس وقت یاد کر لو، جن کو اس سفر سے واپسی نصیب نہ ہو سکی، اور وہ کوئے جاناں کی خاک میں مل گیے۔ کتنے خوش بخت ہیں اللہ کے وہ پاک بندے جو اس کی راہ میں نکلے، اور اپنے گھر بار، مال و دولت اور بال بچوں کی محبت پر اللہ اور اس



کے رسول کی محبت کو ترجیح دی، اور وطن سے اس طرح چلے کہ پھر اپنے گھر نہ آسکے اور راستے ہی میں اللہ کو پیارے ہو گیے۔ اللہ کی بے پایاں رحمتیں ہوں، ان پروانوں پر، جو شمع حرم پر قربان ہو گیے، جب کل قیامت کے میدان میں ہم سب جمع ہونے کے لیے بلائے جائیں گے، تو یہ قدوسی اپنے احرام و تلبیہ کے ساتھ میدان حشر کی طرف بڑھیں گے، اس وقت ان کی خوش بختی و خوش نصیبی کا منظر قابل دید ہوگا، اور اللہ و رسول کے ان مہمانوں کا استقبال رحمت خداوندی جس شان سے کرے گی، وہ قابل رشک ہوگی۔

امام محمد ابن الحاج اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المدخل میں اسی قسم کے ایک نوجوان خوش انجام حاجی کا واقعہ لکھا ہے، آپ بھی اسے سنتے چلیے:

ایک موسم حج کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے حج میں ایک نوجوان کو دیکھا، جس کے چہرے بشرے سے خیر و نیکی ٹپک رہی تھی، دیکھنے والے کو اس نوجوان سے حسن ظن پیدا ہو گیا اور اس کی بزرگی اور نیکی نے اس آدمی کے دل میں گھر کر لیا، چناں چہ وہ حج و مناسک کے ہر مقام پر اس نوجوان پر نظر رکھنے لگا، اس آدمی کا بیان ہے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے منیٰ میں اپنے مقام پر واپس ہوا، اس وقت لوگ جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے اپنی اپنی قربانی کی بھاگ دوڑ میں تھے، اور وہ نوجوان بڑی عجز و انکساری اور نیازمندی کے عالم میں یہ دعا کر رہا تھا:

"الهی و سیدی ان الناس یتقربو ن الیك بهدا یا هم و لیس لي شیء اتقرب به الیك الا رو حی فخذها الیك فخر میتا." (المدخل ج ۳ ص ۱۵۱)

اے معبود اور آقا! لوگ اپنی اپنی قربانیوں سے تیری قربت حاصل کر رہے ہیں، اور میرے پاس سوائے میری جان کے کوئی چیز نہیں ہے کہ میں اس سے تیری قربت حاصل کروں، تو اس جانِ حزیں کو قبول فرما کر اپنی قربت مجھے دیدے۔ اتنا کہنے کے بعد وہ جوان گرا، اور انتقال کر گیا۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نوجوان کی طرح کتنے مقبولانِ بارگاہِ خداوندی اپنی جانوں کو اس کی راہ میں قربان کر چکے ہیں، اور حج کے بعد اپنے گھر لوٹنے کے بجائے ملاِ اعلیٰ کی طرف لوٹ گیے ہیں۔

حجاج کرام! آپ اپنی کامیاب واپسی کے موقع پر ان بزرگوں کو بھی یاد کر لیجیے، جنھوں نے حج وزیارت سے فارغ ہو کر حرمین شریفین میں اپنی زندگی گزار دی، وہیں پر رہ کر عبادت ومجاورت کی زندگی بسر کی، اور اپنے دل ودماغ کو دین وایمان کی روشنی سے منور کرنے کے بعد انھوں نے دنیا کے ظلمت کدہ میں دوبارہ جانے پر بقعۂ مبارکہ کو ترجیح دی۔

اللہ ورسولؐ کے جوار میں رہنے والوں کی پاک زندگی میں آپ کے اور ہمارے لیے بڑی ہی عبرت وموعظت ہے۔ علامہ ابن الحاج مالکیؒ نے ایک صاحبِ دل حاجی کا واقعہ لکھا ہے کہ انھوں نے حج کے بعد چالیس سال تک کعبۃ اللہ کے جوار میں زندگی بسر کی، اور اس ادب واحترام اور دین ودیانت کے انتہائی عروج کے ساتھ زندگی بسر کی کہ اس طویل مدت میں انھوں نے "لم یبل فی الحرم ولم یضطجع" نہ کبھی حدودِ حرم میں پیشاب کیا، اور نہ ہی وہ پہلو کے بل سوئے۔

بلکہ بول وبراز کے وقت حدودِ حرم سے باہر نکل جاتے تھے، اور نماز وعبادت کی



حالت میں سویا کرتے۔

اسی طرح شیخ ابو عبد اللہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ، مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا وتعظیما) میں مقیم تھے، ایک مرتبہ حوائجِ ضروریہ کے لیے ایک مقام پر گیے، اور حاجت پوری کرنی ہی چاہتے تھے کہ غیب سے ان کے کان میں آواز آئی کہ یہاں یہ کام نہ کرو۔۔۔ انھوں نے عرض کیا کہ حجاج تو یہاں ایسا ہی کرتے ہیں، اس کے جواب میں تین مرتبہ آواز آئی کہ تم سے اور حجاج سے کیا واسطہ؟ یہ سن کر حضرت ابو عبد اللہ فاسیؒ وہاں سے نکل کر شہر کے باہر چلے گیے، اور حاجت پوری کر کے واپس آئے۔ (المدخل ج ۳ ص ۱۵۳)

یہ تو اللہ اور رسول کے دو پڑوسیوں کے واقعات ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ایسے ایسے مقبولانِ بارگاہِ رحمت کیسی صاف وشفاف اور لطیف وپاکیزہ زندگی، حرمین شریفین میں بسر کر چکے ہیں، اور حج کے بعد ان کی زندگی کس قدر مقدس اور پاک وصاف گذری ہے۔

## حج سے مراجعت کا حکم

ان چند واقعات کے پیش کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حج کی برکت ان ہی حجاج کے لیے ہے، جو حج وزیارت کی راہ میں اللہ کو پیارے ہو گیے یا جنھوں نے اپنے آپ کو اسی مقدس فضا میں گم کر دیا، جس طرح یہ بزرگان باصفا حجِ مبرور ومقبول کی فضیلتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں، اسی طرح حرمین شریفین سے کامیاب اور بامراد واپس آنے والے بھی انوار وبرکاتِ خداوندی کی بے انتہا قدروں سے مالا مال ہوتے

ہیں، اور اپنی ذات سے دنیا کو فیض پہونچاتے ہیں۔

اگر حرمین شریفین میں قیام کرنا ہی افضل ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ موسم حج کے گذرتے وقت صفر تک واپس نہ ہونے والے عام حجاج کو درے دکھا دکھا کر اپنے اپنے وطن واپس نہ کرتے۔ جیسا کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے، نیز حضرت عمرؓ جب حج سے فارغ ہو جاتے تو آفاقیوں کو اس طرح مخاطب فرماتے:

یا أهل الیمن !یمنکم ،ویا أهل العرا ق !عرا قکم ، ویا أهل الشا م! شا مکم، ویا أهل المصر! مصرکم .

اے اہلِ یمن! اپنے یمن کی راہ لو، اے اہلِ عراق! اپنے عراق کی راہ لو، اے اہلِ شام! اپنے شام کی راہ لو، اے اہلِ مصر! اپنے مصر کی راہ لو۔

ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک حج کے بعد وہاں رہ جانا بہتر ہے، یا اپنے وطن کو واپس لوٹ جانا اچھا ہے، تو آپ نے فرمایا:

السنة الحج وثم القفول. (المدخل ج۳ ص۱۵۳)

سنت تو یہی ہے کہ حج کے بعد واپسی ہو۔

اس سنتِ نبوی پر عمل کرنا بھی گویا مناسکِ حج کی آخری کڑی ہے، اور اپنے وطن جانا سنت ہے۔

خیال فرمائیے! حاجی پروانہ کی طرح حجازِ مقدس کی طرف اڑتا ہے اور کعبۃ اللہ اور گنبدِ خضرا پر جا گرتا ہے، پھر حج و زیارت کی ادائیگی کے بعد اس پرند کی طرح اپنے گھر کی طرف اڑتا ہے، جو صبح کو اپنے آشیانے سے نکلتا ہے، اور شام کو میلوں کی مسافت طے کر



کے اپنے آشیانے میں رات بسر کرتا ہے۔

غور فرمائیے! اگر تمام پیاسے کسی کنویں سے سیراب ہونے کے بعد بھی بھیڑ لگائے رہیں، تو پھر کیا حال ہوگا اور دوسرے پیاسوں کے لیے کس قدر مشکل ہوگی، پیاسا آدمی گھنٹوں پانی کی تلاش میں میلوں کا چکر کاٹتا ہے۔

تشنگی کی شدید پریشانی میں سرد اور شیریں پانی کے تصور سے اپنے کو تسلی دیتا ہے، اور جب وہ پانی پی کر اچھی طرح سیراب ہو جاتا ہے، تو کنویں سے واپس چلا جاتا ہے، اور ایسا نہیں کرتا کہ بڑی پریشانی اور بڑی مشکل کے بعد یہ آبِ حیات ملا ہے، لہٰذا اس پر دھرنا مار کر بیٹھ جائے۔ یہی حال تشنہ روحوں کا ہے، جب تشنگانِ صدق و صفا کی پیاس حد سے بڑھ جاتی ہے، تو وہ اپنے گھر بار کو خدا حافظ کہہ کر سمندروں، پہاڑوں، ریگستانوں، بلندیوں، اور پستیوں کو روندتے ہوئے، اسلام کے "چشمۂ حیواں" پر ہی پہونچ کر دم لیتے ہیں، اور پیاس کی ماری ہوئی روح کو خوب خوب سیراب کر کے تشنہ کاموں اور پیاس کے ماروں کے لیے حرمین شریفین سے خیر و برکت کا آبِ مصفّٰی لے کر اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے جاتے ہیں۔

## دوری میں قربت

حجاج کرام! آپ خوب سمجھ لیں کہ اگر آپ حج و زیارت کی برکتوں سے اپنے دامن کو بھر کر آئے ہیں، اور یقیناً آئے ہیں، تو آپ بہت ہی خوش نصیب ہیں، آپ کا یہ مقدس سفر ہر طرح کامیاب ہے، اور وطن کی مراجعت مسعود و مبارک ہے۔ اگر آپ کے اندر حج

وزیارت نے ایمان کی حرارت بھر دی ہے، اور آپ کی روح ونظر حرمین شریفین کے مصفّی چشموں اور پاک جلووں سے معمور ہوگئی ہے، تو آپ اپنے گھر رہ کر حرمین شریفین سے قریب ہیں، اور آپ کا تعلق ان سے بہت گہرا ہے، مگر اس کے لیے شرط یہی ہے کہ آپ جس حالت میں آئے ہیں، اسی حالت پر اپنی زندگی بسر کریں۔ ایک صاحب دل عارف باللہ نے بالکل سچ فرمایا ہے:

"کم من رجل بخراسان أقرب الی هذا البیت ممن یطوف به"

بہت سے خراسان میں رہنے والے اس آدمی کے مقابلہ میں کعبہ سے زیادہ قریب ہیں، جو اس کا طواف کر رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے عارف باللہ کا قول ہے:

لأن تکون ببلدك و قلبك مشتاق متعلق بهذا البیت خیر لك من أن تکون فیه وأنت متبرم بمقامك أو قلبك متعلق الی بلد غیره تمہارا اپنے شہر میں رہ کر، تمہارے دل کا کعبہ سے لگے رہنا بہتر ہے، اس سے کہ تم کعبہ میں رہ کر اپنی جگہ پڑے رہو، اور تمہارا دل کسی اور شہر کی طرف لگا رہے۔

امام ابوالفرج جوزی فرماتے ہیں کہ اگر نیک بختی، ظاہری ٹھاٹ باٹھ اور ظاہری شکل و صورت پر موقوف ہوتی، تو بلال حبشی کو سعادت مندی نہ ملتی، اور ابولہب قریشی کو اس سے محرومی نہ ہوتی۔ اسی مضمون کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

وکم من بعید الدار نال مراده    وکم من قریب الدار مات کئیباً

بہت سے دور رہنے والوں نے اپنی مراد پالی ہے، اور بہت سے قریب رہنے والے



ناکام ہوکر مر گیے ہیں۔

امام ابن الحاج کا قول ہے:

فالمجاورة بالعمل بسنته علیه الصلاة والسلام حیث کان المرأ من الأرض أفضل من المجاورة بالاشباح (المدخل ج ۳ ص ۱۵۴)

آدمی چاہے جہاں ہو، رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے آپ کا پڑوسی بننا، اس کے لیے بہتر ہے، دوسری کی طرح حرم میں مجاورت اور اقامت کرنے سے۔

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ اصل چیز حرمین شریفین کے مرکز دین و دیانت سے تعلق ہے، اگر اس سے قلبی تعلق اور روحانی علاقہ ہے، تو آدمی دنیا کے کسی گوشہ میں ہو وہ قریب ہے، اور اگر حرمین شریفین میں رہ کر بھی کسی انسان کو ان سے عقیدت و محبت نہیں ہے تو وہ دور ہے، اللہ ورسول سے قربت ان کے احکام پر عمل کرنے میں ہے، اور یہ کسی خاص زمان و مکان میں محدود و مقید نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات نزدیک رہنے والے دور ہوتے ہیں، اور دور رہنے والے نزدیک ہوتے ہیں، الحاصل وہ دوری بہتر ہے جس میں نزدیکی ہو، اور نزدیکی بہتر نہیں، جس میں دوری ہو۔

پس اگر آپ حج وزیارت کی برکتوں سے معمور ہو چکے ہیں، اور آپ کے دل میں اللہ ورسول کی سچی محبت جاگ اٹھی ہے، تو آپ کی نزدیکی سراسر اخلاص وایثار کی زندگی بن گئی ہے، اور آپ کہیں بھی ہوں یہ اوصاف آپ سے جدا نہیں ہونے چاہئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پھر احتساب و جائزہ

آپ نے اسی ساحل سے اللہ کی راہ میں جاتے ہوئے اہل وعیال کو خدا حافظ کہا تھا اور اب اسی ساحل سے واپس آتے ہوئے آپ اپنے اہل وعیال سے ملنے والے ہیں۔ اس موقع پر آپ اپنی حالت کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ پہلے آپ کیا تھے اور اب آپ کی ذمہ داریاں کیا ہو گئی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"یاتي علی الناس زمان یحج اغنیاء الناس للنزاهة، وأوساطهم للتجارة، وقراؤهم للریاء والسمعة، وفقراؤهم للمسألة"۔

ایک زمانہ وہ بھی آنے والا ہے کہ مال دار سیر وتفریح کی غرض سے حج کریں گے، متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کے واسطے، علماء ریاء وشہرت کے لیے حج کریں گے، اور فقراء بھیک مانگنے کی خاطر حج کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"في آخر الزمان یکثر الحاج بالبیت یهون علیهم السفر، ویبسط علیهم الرزق، ویرجعون محرومین مسلوبین"۔

آخر زمانہ میں بیت اللہ کے حاجیوں کی کثرت ہو جائے گی، ان کے لیے سفر کرنا آسان ہو جائے گا، اور روزی با فراط ملے گی، مگر وہ محروم اور چھنے ہوئے واپس ہوں گے۔



آپ گھر پہونچنے سے پہلے احتساب کیجیے کہ آپ کا حج کس قسم کا ہے، مال دار بھی سوچیں کہ انھوں نے حقیقی معنی میں حج کیا ہے، یا سیر وتفریح کے طور پر، روپیہ پیسہ کے بل بوتے پر، ایک لمبا چوڑا سفر کر ڈالا، متوسط درجہ کے لوگ بھی غور کریں کہ انھوں نے اس مقدس سفر میں خرید وفروخت اور تجارت کا کام دھندا ہی کیا ہے، یا حج ومناسک کو دینی روح کے ساتھ ادا کیا ہے، لکھے پڑھے، اور علماء کی جماعت کو بھی احتساب کرنا چاہئے کہ اس نے اس مبارک موقع پر اپنی عزت وشہرت کے لیے کیا کیا ہے، اور اللہ ورسول کے لیے کیا کیا ہے؟ وہ مفلس وتنگ دست جن کے پاس کھانے تک کا ٹھکانا نہیں تھا، مگر وہ حج کے لیے گیے، ان کو بھی جائزہ لینا چاہئے کہ انھوں نے اللہ وحدہ لاشریک اور اس کے پاک رسولؐ کے دربار میں آتے جاتے کن کن مقامات پر، کیسے کیسے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کیا ہے۔

آج ہر قسم کی سفری آسانیاں موجود ہیں، آپ جیسے چاہیں سفر حج کر سکتے ہیں، مگر دیکھئے کہ حج کے مقدس اجتماع سے آپ کیا لے کر لوٹے ہیں، اور آپ نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

اب سے کئی سو سال پہلے علامہ ابن حاج اندلسیؒ نے اپنے زمانے سے پہلے کے علماء کا قول نقل کیا ہے کہ جب وہ کھاتے پیتے اور خوش حال لوگوں کو سفر حج میں دیکھتے تھے تو لوگوں سے کہتے تھے کہ

"لا تقولوا خرج فلان حاجا ولکن قولوا خرج مسافرا"۔

فلاں مال دار کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ حج کے لیے نکلا ہے، بلکہ کہو کہ مسافر

بن کر نکلا ہے۔

ایک صاحب نظر شاعر نے کہا ہے:

"اذا حججت بمال أصله سحت     فما حججت و لكن حجة العير."

جب تم حرام مال سے حج کروگے     تو تمہارا حج صرف سواری کا حج ہوگا۔

ہمیں اللہ کے فضل وکرم سے پوری امید ہے کہ آپ کا حج، حج مبرور ہے، اور آپ مہلکاتِ حج سے صاف بری ہیں، خدا کرے آپ کا یہ حج، صرف اللہ کے لیے ہو، دربار رسالت کی حاضری، صرف محبت رسول میں ہو، دینی فریضہ کی ادائیگی کی خالص نیت ہو، اور آپ کی زندگی بالکل ہی بدل گئی ہو کہ حج مبرور ومقبول کی یہی سب سے بڑی علامت ہے، اور جن لوگوں کو اس مقدس عبادت پر شرفِ قبولیت ملتا ہے، ان کی زندگی حج و زیارت سے واپسی کے بعد سراسر بدل جاتی ہے، اور وہ دین داری ونیکی کے ایسے سانچے میں ڈھل کر آتے ہیں، جس سے نکلی ہوئی صورتیں کبھی نہیں بگڑتی ہیں، اور ان میں کسی قسم کی کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ہے۔

## حاجی کی زندگی کا لائحہ عمل

اس لیے اب آپ کو اپنی آئندہ کی راہ متعین کرنی ہوگی، اور زندگی کے باقی دن کو ذمہ داری اور بہتری سے گزارنے کے لیے سوچنا ہوگا۔ آیئے ہم آپ کو آئندہ زندگی کا دستور، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دکھائیں۔

حج کے بعد کی زندگی کا حقیقی لائحہ عمل، حجۃ الوداع کا وہ خطبہ ہے، جسے رسول اللہ ﷺ



نے ایک لاکھ چوبیس ہزار قدوسیوں کو خطاب کرتے ہوئے دیا تھا، اور جس کی ایک ایک دفعہ عالم گیر انسانیت کے لیے شاہ راہ حیات ہے، یہ مقدس لائحہ عمل آپ کتاب کے شروع میں پڑھ چکے ہیں، آیئے! اب چند باتیں اور سنئے:

ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، آپ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے، جو اپنے حج سے فارغ ہو چکا تھا، آپؐ نے اس سے فرمایا:

"أسلم حجك"؟ (کیا تمہارا حج صحیح وسالم طریقے پر ادا ہوگیا؟)

اس نے کہا: ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا:

ایتنف العمل (جاؤ اپنا کام کرنا شروع کردو)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، صفا اور مروہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک قافلہ نے آکر اپنی سواری بٹھائی اور طواف کر کے سعی کی، حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم اہلِ عراق ہیں، آپ نے پوچھا: تم یہاں کس لیے آئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم لوگ حاجی ہیں، پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ تجارت کے لیے یا میراث اور قرضہ کی طلب کے لیے تو نہیں آئے ہو؟ جب ان سب باتوں کا انکار کیا، تو آپ نے ان سے فرمایا:

"فأيتنفوا العمل." (تو جاؤ اپنا کام کرنا شروع کرو)

اسی طرح ایک آدمی حج ومناسک ادا کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس سے گذر رہا تھا، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے حج ادا کرلیا، جب اس نے کہا ہاں، تو آپ نے اس سے فرمایا:

"اجتنب ما نهيت عنه" (شریعت نے تم کو جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے بچو)

اس نے کہا: میں نے مناہی شرع سے بچنے میں کوتاہی نہیں کی ہے، تو آپ نے فرمایا:
"استقبل عملك" (اچھا تو جاؤ اپنے عمل کا استقبال کرو) (کنز العمال کتاب الحج)

ان احادیث وآثار میں حج ادا کرنے کے بعد جن باتوں کی تعلیم دی گئی ہے، وہی باتیں ہر حاجی کی زندگی کا معیار ہیں، اگر اس معیار پر حجاج کرام کی زندگی گھر پہونچ کر گزرے گی، تو یہ حج مبرور کی علامت ہوگی، اور ان کا حج خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے نفع بخش ہوگا۔

صحیح طور سے حج کی ادائیگی کے نتیجے میں تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور حاجی اس طرح پاک وصاف اور بری ہو جاتا ہے جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ بے گناہ ہوتا ہے، ایسی مقدس زندگی کی جزا سراسر جنت ہوتی ہے، مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ حج کرنے کے بعد تمام تر آزادی مل جاتی ہے، اور دین کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، بلکہ اب تو ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے، اور زندگی کو پاک وصاف اور جنتی برقرار رکھنے کے لیے بڑا جتن کرنا پڑتا ہے۔

اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حج ادا کرنے کے بعد عمل میں لگ جاؤ، یہی تعلیم حضرت عمرؓ نے دی ہے، اور منکرات ونواہی سے بچنے کی تلقین کے ساتھ نیک عمل کے استقبال کی تعلیم دی۔

پس آپ حضرات اپنے اپنے وطن کو واپس ہوتے ہوئے نیک کاموں کا استقبال کر رہے ہیں، اگر دنیا آپ کا استقبال کر رہی ہے، تو آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ



نیک اعمال اور دینی کاموں کا استقبال کریں، نیز حج کے بعد آپ ترک دنیا کر کے گوشہ نشین نہ بن جائیں، بلکہ اپنے متعلقہ کاموں کی انجام دہی میں لگ جائیں، تاکہ اس سفر کی وجہ سے زندگی کی راہ میں کوئی دشواری نہ ہو، اسلام ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ وہ تادم آخر اپنے جائز کاموں میں لگے رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

علامہ محمد ابن الحاج اندلسیؒ نے اپنے نہایت جامع ومانع اور مختصر الفاظ میں حج کے بعد کی زندگی کا پروگرام بیان کیا ہے، اس اجمال میں ساری تفصیل موجود ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

"ثم يا خذ فى الأعما ل الصا لحة من تحصيل علم وعبا دة و غيرهما مما يجا نسهما لأن الما نع من تحصيل الحسنا ت انما هو ارتكا ب السيا ت وهو الآن قد عرى عنها فهو قا بل لتحصيل الحسنا ت اذ هي خفيفة عليه، وثقلت عليه السيا ت، فيستصحب هذا الحا ل بقية عمره فا نه علا مة على من تقبل حجه و يستعمل الجد والاجتها د بقية عمره ،لعله أن يكو ن يو م القيا مة من القوم الذين لا سيئة لهم، لان السيا ت قد غفرت والحمد لله وهو الآن على ا لحالة المر ضية بفضل الله و نعمة فمتى فجأ ه المو ت وجده على الطها رة والسلا مة ."

(المدخل ج۳ ص ۱۵۷)

"حج سے واپس ہو کر حاجی نیک کاموں مثلاً علم وعبادت وغیرہ کے حاصل کرنے میں لگ جائے کیوں کہ نیکیوں سے باز رہنا، برائیوں کا ارتکاب کرنا ہے، اور حاجی اس وقت

برائیوں سے پاک ہو چکا ہے، اور نیکیوں کے حاصل کرنے کے قابل ہے، اس وقت اس
کے لیے نیکیاں بہت آسان ہوگئی ہیں، اور برائیاں اس پر بھاری ہوگئی ہیں، اس حالت کو
اپنی پوری زندگی تک قائم رکھے، کیوں کہ یہ اس شخص کی علامت ہے، جس کا حج مقبول
ہو چکا ہے، نیز حاجی باقی زندگی میں نیکیوں کے لیے پوری جدوجہد جاری رکھے،
تا کہ قیامت کے دن اس جماعت میں سے ہو جس کے دامن پر گناہوں کے دھبے
نہیں، کیوں کہ اس کے گناہ بخشے جا چکے ہیں، اور وہ اس وقت اللہ کے فضل وکرم سے
بہت ہی محبوب اور خوش گوار حالت میں ہے، اس حال میں جس وقت بھی موت
آجائے، اسے طہارت اور سلامتی کی حالت میں پائے گی۔"

حج کے بعد جس نظامِ زندگی کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اس میں وہ تمام باتیں
موجود ہیں، جو حاجی کو عفو ومغفرت کی اصلی حالت پر باقی رکھتی ہیں، اور مرتے دم تک
حاجی انوار وبرکاتِ خداوندی کے ان ہی جلوؤں میں گم رہتا ہے، جو اسے حرمین شریفین
کے شبستانِ روحانیت ودیانت سے ملے ہیں، یہ پاکیزہ زندگی، ذمہ داری، اور خداترسی
کی ایسی راہ سے گذرتی ہے، جس کے چپ وراست بھی برکت ہی برکت ہوتی ہے، اور
پاس سے گذرنے والے بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔

خوب یاد رکھئے کہ اب آپ اپنی بستی میں دین وایمان کے معاملات میں فیصل سمجھے
جائیں گے، لوگ آپ کی زندگی کو اپنے لیے معیار بنائیں گے، اور آپ کے ہر کام کو اپنے
لیے دلیل اور حجت بنا کر پیش کریں گے، آپ کو سچائی کا علم بردار سمجھا جائے گا، اور پانچ
وقت آپ کی تلاش جس طرح مسجدوں میں ہوگی، اسی طرح عام معاملات میں بھی آپ کو



تلاش کیا جائے گا، اور آپ کی صداقت، سچائی، اور دین داری کی مدد سے چھوٹے
اور بڑے معاملات نبٹائے جائیں گے، مسلمان آپ کی زندگی کو غنیمت شمار کریں گے،
اور غیر مسلم بھی آپ کے بلند کردار سے فائدہ حاصل کریں گے، غرض کہ آپ شمع کی
حیثیت رکھیں گے، جس سے ہر شخص روشنی حاصل کرے گا، ایسی شمع جو محفل حجاز سے
کسبِ نور کر چکی ہے، اور وہاں کے سوز وگداز کی لذت اٹھا چکی ہے، اب آپ بتائیے کہ
آپ کی روشنی خود آپ کے حق میں کس قدر مفید وکارآمد ہونی چاہئے، اور آپ کے گرد
بیٹھنے والوں کو اس سے کیسا اور کتنا حصہ ملنا چاہئے؟

## حقیقی تحفہ کیا ہے؟

آپ ہمارے لیے حرمین شریفین سے کس قسم کے تحفے لائے ہیں، آپ کے یہ ہدایا اور
تحائف ہمیں مبارک ہوں، یہ کام بھی اسلام کی آخری تعلیمات میں داخل ہے، رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم سفر سے گھر واپس ہو تو کچھ تحائف وہدایا بھی ساتھ
لے لو، اگر کچھ نہیں، تو زنبیل میں کچھ پتھر ہی رکھ لو، یعنی گراں قدر تحفے نہیں، تو معمولی قسم
کے تحفے ہی لے لو۔

"و ينبغی له أن يستصحب معه هدية ليدخل بها السرور علی
أهله و اخوانه و معارفه ان تيسرت عليه من غير أن يتكلفها و هي
سنة ماضية في الاسلام." (مدخل ص١٥٧)

حاجی کو چاہئے کہ اپنے ساتھ کچھ ہدیہ اور تحفہ بھی لے لے تا کہ اس سے اپنے بال، بچوں

دوستوں اور جان پہچان والوں کو خوش کر سکے، بشرطیکہ یہ کام آسانی سے ہو سکے، اور اس کے لیے کسی قسم کا کوئی تکلف نہ کرے، یہ اسلام میں سنتِ ماضیہ اور پرانی رسم ہے۔

حرمین شریفین کے مقدس ہدایا وتحائف کی مانگ ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے رہی ہے، اور اس کا تقاضا حجاج سے کیا گیا ہے۔ ایک شاعر نے حج کا تحفہ نہ ملنے پر شکایت کی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ تم کو حج مبرور مبارک کرے، اور دربارِ نبوت کی حاضری کی خوش بختی بخشے، مگر اس مبارک باد کے ساتھ ہمیں یہ شکایت ہے کہ تم نے حجازِ مقدس کی نہ کھجور دی، نہ مسواک دی، اور نہ تسبیح کا تحفہ دیا ہے، جو ہمارے لیے لذت کا باعث ہو''

ہم مسلمانوں کو حرمین شریفین کے خس وخاشاک اور گرد وغبار سے بھی دلی عقیدت ومحبت ہے، ہمارے لیے وہاں کا ایک تنکہ اور ایک مٹھی دھول بھی باعثِ صد مسرت ہے، ہمارے لیے یہی کیا کم ہے کہ آپ حرمین شریفین سے مستقل تحفہ اور ہدیہ بن کر تشریف لائے ہیں، ہم آپ کو پا کر بے انتہا مسرت محسوس کر رہے ہیں۔

آپ مکہ مکرمہ سے آبِ زم زم شریف لائے ہیں، ان شاء اللہ اس سے ہماری روحانی تشنگی بجھے گی، ہمیں اس سے مطلوبہ قسم کی شفا ملے گی، اور حاجت برآئے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زم زم شریف جس مقصد کے لیے پیا جاتا ہے، وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ سے آبِ زم زم طلب فرمایا ہے، اور سہیل بن عمرو کو مکہ میں لکھ بھیجا کہ تم دو مشک آبِ زم زم بھر کر روانہ کر دو، چناں چہ سہیل نے مشہور صحابیہ حضرت اشیلہ خزاعیہ کی مدد سے آبِ زم زم بھر کر رات ہی رات مدینہ روانہ



کیا۔ (الاصابہ ج ۷ ص ۴)

آپ مدینہ منورہ سے کھجوریں لائے ہیں، اس میں شفا ہے، یہ ہمارے لیے دنیا ہی میں جنت کے میوے کے مانند ہے، اسی کو کھا کر صحابہ کرام نے اللہ کا دین پھیلایا ہے، اور غزوات میں دادِ شجاعت دی ہے، خاکِ شفا کا تحفہ ہمارے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ مدینہ کے غبار اور اس کی مٹی میں بیماری کے لیے شفا ہے۔ کیکر اور پیلو کی یہ مسواکیں، جس مقدس دیار سے آئی ہیں، وہ تقدیس و روحانیت سے معمور ہے، ان پر بھی وہ پاکیزہ ہوائیں چلی ہیں، جن کے جھونکوں سے دین و دیانت کا گلستاں ہرا بھرا ہے، وہاں کی تسبیحیں، ہمارے لیے ان شاء اللہ زیادہ سے زیادہ مذکر ثابت ہوں گی، اور ہمیں یادِ الٰہی پر آمادہ کریں گی، اسی طرح آپ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں، بچیوں، عورتوں، مردوں اور دوستوں کے لیے جو قسم قسم کے تحفے اور رنگ برنگ کے ہدیے ساتھ لیے ہیں، وہ ان سب کے لیے بے انتہا سرور و مسرت کا باعث ہوں گے، وہ ان کو پا کر بے انتہا خوش ہوں گے، اور آپ کے ان ہدایا وتحائف پر صمیمِ قلب سے شکر و مسرت کا اظہار کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے عام سفر سے واپسی پر بھی خوش کن ہدیہ و تحفہ لانے کی ہدایت فرمائی ہے، یہ تو سفرِ حج، تاریخی اور مقدس سفر ہے، اس سے واپسی پر ہر ہدیہ تاریخی اور مقدس ہوگا۔

مگر آپ یہ ہرگز نہ بھولئے کہ اصل ہدیہ اور تحفہ سب کے لیے آپ کی ذات ہے، جو رحمتِ خداوندی کے دریا میں پاک وصاف ہو کر ہمارے سامنے نئی زندگی لے کر آئی ہے، ہمیں اس مقدس زندگی کا تحفہ دیجئے، اور جو کچھ آپ نے اللہ ورسول کی جناب سے پایا ہے،

اس سے ہماری آرزو پوری کیجئے، اسی تحفہ کے لیے ہماری روح بے چین ہے، ہمارا دل بے قرار ہے، اور ہم ہمہ تن امید بنے ہوئے آپ کا استقبال کر رہے ہیں۔

حج نے آپ کے تمام پچھلے احساسات وخیالات کو بدل دیا ہے، آپ نئی زندگی، نیا شعور، نیا ولولہ اور نیا جذبہ لے کر واپس آئے ہیں، اور تمام پرانے غلط تصورات کی دیوار منہدم ہو چکی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

"ان الحج یھدم ما کان قبلہ"

حج تمام اگلی خرابیوں کو منہدم کر دیتا ہے۔

صرف یہی نہیں کہ حج پچھلی خرابیوں کی دیوار منہدم کر دیتا ہے، بلکہ اس کی جگہ دین ودیانت اور تقویٰ وطہارت کے لیے درو دیوار سے حج، اسلام اور انسانیت کا محل تعمیر کرتا ہے، اور حاجی اس محل میں اس نو مولود بچے کے مانند ہوتا ہے، جس نے آج ہی اس مہد میں آنکھ کھولی ہے، اور ابھی اسے سوسائٹی سے واسطہ نہیں پڑا ہے، اسی طرح آپ کی طبیعت حج کے بعد ماحول اور ظروف واحوال کی کدورتوں سے پاک ہو چکی ہے، اور آپ کا قلب سلیم ہر قسم کی صلاحیت کے قبول کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے، اب کہیں یہ نہ ہو کہ یہ فطرتِ سلیمہ اور صالح مزاج، ماحول کے برے اثر سے خراب ہو جائے، اور آپ اس بچے کے مانند نہ ہو جائیں، جو فطرتِ صالحہ اور طبیعتِ حسنہ پر پیدا ہوتا ہے، مگر خاندان، ماحول اور سوسائٹی اسے اپنے غلط اثرات میں لے کر غیر فطری عقیدوں اور غلط کاموں کا شیدائی بنا دیتی ہے، کہیں آپ بھی حج کی بخشی ہوئی اسلامی فطرت اور دینی



مزاج کو غلط اثرات کا شکار نہ بنالیں، کیوں کہ آپ کو اپنی پر امن طبیعت، صالح فطرت، اور دینی مزاج سے ایٹمی دور میں وحدتِ کلمہ کے لیے کام کرنا ہے، وحدتِ خداوندی کے نعروں کے زیر سایہ وحدتِ انسانی کی محفل برپا کرنی ہے، اور سب سے بڑھ کر اپنے کو اور اپنے ماحول کو سراسر دینی اور اخلاقی و روحانی بنانا ہے، اگر اب بھی آپ نے اپنی قدر و قیمت نہیں سمجھی، اور اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا، تو پھر آپ کے لیے اس سے اچھا اور کون سا موقع مہیا ہوگا۔

## مشاعر اسلام سے اسلامی شعور

اے رہروانِ منزلِ دین و دیانت! اور مسافرانِ تقدیس و روحانیت!

آپ نے آتے جاتے جدہ میں قیام کیا، یہ وہ مقام ہے، جہاں پر تیرہ سو سال سے زائد سے حجاج وعمار اور زائرین منزل کرتے ہیں، اسی سرزمین نے کروڑوں کو خالی ہاتھ جاتے ہوئے اور دامن بھر کر واپس آتے ہوئے دیکھا ہے، آپ نے ارضِ مقدس کی اس پہلی اور آخری منزل کو کس عالم میں چھوڑا ہے؟ جب آپ حرمین شریفین سے چلے تو جدہ نے آپ کو کس حال میں دیکھا تھا۔

جدہ سے مکہ مکرمہ آتے جاتے شمیسہ کی پاک منزل سے آپ کا گزر ہوا ہے، وہی یہ مقدس مقام ہے، جہاں ''بیعتِ رضوان'' کا مقدس کردار، اللہ کے رسول کی معیت میں ہزاروں فداکارانِ دین نے ادا کیا تھا، اور بیت اللہ جاتے ہوئے دین پر جان دینے کے لیے جسم وروح کی تمام فدائیت کے ساتھ تیار ہو گیے تھے، اس پاک فضا سے گزرتے

آپ کو ان فدائیوں کا خیال تو آیا ہوگا، اور آپ کا ایمان، بشاشت و تازگی سے معمور ہوگیا ہوگا، اللہ اس تروتازگی سے ہمارے قلوب وارواح کو بھی تازہ دم کیجئے۔

جب آپ نے مکہ مکرمہ "زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً" میں قدم رکھا ہوگا، تو دنیا کے اس قدیم ترین مرکز روحانیت کے ذرے ذرے نے آپ کے دل ونگاہ کو کچھ دیر کے لیے محو کردیا ہوگا، اور عہد آدم سے لے کر آج تک کی دین ودیانت کی تاریخ آپ کی آنکھوں میں پھر گئی ہوگی، اب آپ کے وجود سے ہمارے وطن میں اس کے انوار وبرکات کا ظہور ہوگا۔

جب آپ کی نظر پہلی دفعہ کعبۃ اللہ کے پرجلال وپرجمال جلوہ پر پڑی ہوگی، تو زندگی کا مزہ آگیا ہوگا، اور ساری دنیا کا حاصل ایک دم نظر کے سامنے آگیا ہوگا، مطاف، حطیم حجر اسود، رکن یمانی، مقام ابراہیم، ملتزم اور مسجد حرام کے دوسرے مقدس مقامات سے آپ نے خوش بختی وسعادت مندی حاصل کی ہے، آپ کس قدر خوش بخت وخوش نصیب، و خوش قسمت ہوکر آرہے ہیں، دنیا کا گوشہ گوشہ آپ جیسے خوش نصیب کے لیے ترستا ہے۔

چاہ زم زم کے مقدس گھونٹ نے قیامت تک کے لیے آپ کی تشنگی بجھادی ہے، اس کے پیتے وقت آپ کو ابراہیم وہاجرہ کے شیر خوار بچے اسماعیل کی پیاس تو یاد آگئی ہوگی، خدا کرے، اب زم زم کی سیرابی آپ کے اندر دین کی تشنگی بڑھادے، اور آپ دین کا چشمہ بن کر دوسروں کی پیاس بجھائیں۔

صفا ومروہ کی مقدس پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے وقت آپ نے حضرت ہاجرہ کی اپنے بچے لیے مامتا اور تڑپ کا احساس تو کیا ہوگا، خدا کرے، آپ دین کے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے اسی طرح دوڑ دھوپ کریں، اور طلب گاران حق وصداقت



کو تسکین دیں۔

جنت المعلیٰ کے قبرستان میں آپ کا گزر ہوا ہوگا، جہاں اسلام کی بے پناہ قوتیں سوئی ہیں، اور جہاں کا ذرہ ذرہ آسودگان رحمت کی نشان دہی کررہا ہے، آپ وہاں سے پاک زندگی لے کر لوٹے ہوں گے، اور آپ کی روح جاگ اٹھی ہوگی، آپ دنیا کو بھی جگائیے کہ اس دور میں دین ودیانت کی روح سورہی ہے، اور شیطنت وشرارت جاگ رہی ہے۔

منیٰ کے راستے میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر "غار حراء" کا نظارہ آپ نے کیا ہوگا، یہی پہلا مہبط وحی ہے، یہاں سکون وقرار کی بے شمار قدریں، آج بھی پریشان روحوں کے لیے موجود ہیں، آپ نے اس مقدس غار سے خدائی سکون وقرار کی جو قدر پائی ہے، اس میں سے کچھ اس دنیا کو بھی عنایت فرمایئے کہ آج کی دنیا سخت اضطراب وبے چینی میں ہے۔

جبل ضب اور جبل ثبیر کے درمیانی میدان منیٰ میں آپ نے کئی دن اور راتیں بسر کی ہیں، مسجد خیف میں نماز ادا کی ہے، اور رمی جمرات کی ہے، انسانیت کی اس آغوش میں آپ نے جن مقدس لمحات کو گذارا ہے، وہ آپ کی فلاح ونجاح کے لیے کافی ہیں، آپ دنیا کی الجھنوں سے دور رہ کر اس وادی میں انسانیت کو بیدار کرچکے ہیں، شیطان پر لعنت پھٹکار چکے ہیں، اور بہیمی خواہشوں کی قربانی کرکے صنفی زندگی کو نکھار چکے ہیں، اب آپ کی زندگی پر کسی قسم کی میل نہیں آنی چاہئے۔

آپ عرفات کے میدان میں جبل رحمت کے اس دامن میں صبح سے شام تک رہ چکے ہیں، جہاں کے چند لمحات کا مل جانا بھی فلاح ونجاح کی سند ہوتا ہے، اسی دامن میں پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانیت کی کامیابی وکامرانی کی سند، انسانوں کو عطا فرمائی ہے۔

اب آپ پر خصوصیت سے اسلامی زندگی کے بہت سے حقوق واجب ہو گئے ہیں، قدم قدم پر آپ کو انسانیت کی خدمت کرنی ہوگی، اور اسلام کی عالم گیر اخوت کی بحالی کے لیے تن دہی سے کام کرنا ہوگا، اس موقع پر حجۃ الوداع کا خطبہ پڑھیے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھیے۔

عمرہ کے لیے آپ جعرانہ کی میقات پر گئے ہوں گے، یہاں یہ سوچ کر آپ کو رحمت ہی رحمت ملی ہے، یہیں پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے غنیمت تقسیم کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوگ مال و دولت لے کر جا رہے ہیں اور اہل مدینہ اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھر لوٹ رہے ہیں، آپ بھی وہاں سے گویا رحمت عالم کو لے کر لوٹے ہیں، یقیناً آپ بڑی دولت لے کر لوٹے ہیں، جو دونوں جہاں میں کام آنے والی ہے۔

الغرض مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف و جوانب کے مشاعر و مآثر میں سے بہت سی چیزوں کو آپ نے دیکھا، اور ان سے اپنے ظرف کی وسعت بھر حصہ پایا، اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ مدینہ منورہ "زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً" کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہوئے، جہاں اسلام نے سکون پایا، اور اس کے پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے ظاہری حالات بہم ہوئے۔

آپ کو رحمت دو جہاں، باعث کون و مکاں، پناہ عاصیاں، تسکین جسم و جاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس دربار میں حاضر ہو کر ہدیۂ صلاۃ و سلام عرض کرنے کی توفیق ملی، اس خوش بختی و خوش نصیبی پر ساری دنیا قربان ہے، آپ کو اگر ہم دیدہ و دل میں بھی رکھیں، تب بھی آپ جیسے مقبول بارگاہ خدا اور رسول کا حق استقبال ادا نہ ہوگا۔



آپ اسی دنیا میں روضۂ جنت میں داخل ہو چکے ہیں، آپ ستون ابولبابہ اور دوسرے استواناتِ متبرکہ پر نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کر چکے ہیں، اور اپنے رسول ﷺ کے رات دن اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، اور نماز پڑھنے کی جگہوں پر یہ سوچ کر اتباع سنت اور پیروی رسول کی ذمہ داری لے چکے ہیں، اب آپ کی زندگی صرف اتباع رسول میں گذرنی چاہیے، اور سنت رسول کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھنا چاہیے۔

گنبد خضراء کے جمال جہاں آرا اور غلاف کعبہ کے جلال پر شکوہ سے آپ پر رسول کی محبت کا رنگ چڑھ چکا ہے، اور اللہ کی وحدت کا سکہ جم چکا ہے، اب کسی دوسرے کی اطاعت و عبادت کا آپ تک گذر نہیں ہو سکتا۔

جنت البقیع کے ان پروانوں کو آپ نے صلاۃ و سلام کا ہدیہ پیش کیا ہے، جن کی فداکاری اور جاں نثاری کی مثال، تاریخ عالم میں نہیں ملتی، اسلام کے ان درخشندہ اور ابدی ستاروں کی روشنی سے آپ اپنے گرد و پیش اور ماحول کو روشن کر دیں تا کہ کل قیامت کے دن آپ کا چہرہ بھی ان آسودگان جنت البقیع کی طرح چاند کے مانند چمکے۔

آپ کی نظر احد کی مقدس پہاڑی پر پڑ چکی ہے، جہاں اللہ کے شیروں نے اسلام کے لیے بڑھ بڑھ کر جرأت دکھائی ہے، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہدائے احد کے مآثر کے دیدار سے آپ کو اسلام کے لیے اپنی ارزانی کا سبق مل چکا ہے، اس سبق کو نہ بھولیے۔

پھر قبا، مدینہ کی راہ میں اسلام کی پہلی منزل ہے، اس منزل پر آپ نے قدم رکھ کر اسلامی زندگی کا طور و طریقہ سیکھ لیا ہے کہ یہاں پر ہجرت سے پہلے بہت سے صحابہ کرام

رہتے تھے، اور دینی تعلیم حاصل کر کے اسلامی عبادات و عادات کی مشق کرتے تھے۔

اب آپ گھر آ کر اپنے کو دین کا "مکمل مدرسہ" بنایئے اور لوگوں کو اپنی ذات سے دین کا درس دیجئے۔

اسی طرح آپ نے مدینہ منورہ کے ایک ایک مقدس مقام سے درس و سبق اور برکت و سعادت حاصل کی ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ان کے پیامی بن کر اپنی بستی میں ان روایات کو زندہ کیجئے، جو ان مآثر و مشاہد اور مقامات و مشاعر سے وابستہ ہیں، اور جن کی تاریخ ان سے بنی ہے۔

## ایک عارف باللہ کے جذبات واحساسات

چلتے چلاتے ایک اہل دل، عارف باللہ کے چند اشعار سنتے جایئے، جن سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شمع جمال مصطفوی کی روشنی سے فیض یاب ہونے والے پروانوں کی زندگی، کس قدر باعظمت اور مقدس ہوتی ہے اور وہ دنیا میں کیا ہوتے ہیں اور ان کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

اب سے تقریباً نصف صدی پیش تر ایک عارف کامل حضرت حافظ نظام الدین بن عبدالوہاب صاحب رضاؔ سریانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

جس نے دیکھا ہے ترا کوچہ 'آرائے بہشت — اس کو حاجت نہیں کرنے کی تمنائے بہشت
سیر کوچے کی ترے رشکِ تمنائے بہشت — رشکِ گلزارِ ارم غیرتِ گلہائے بہشت
جو بلندی کہ مدینہ کے درختوں کی ہے — وہ کہاں ہے تری اے قامتِ طوبائے بہشت



کرے دربانی تری کوچے کی رضواں آ کر — یک نظر دیکھے جو یہ کوچہ زیبائے بہشت
جس کے دل میں ہے تمنائے مدینہ مخفی — اس کے سر میں نہ سمائے کبھی سودائے بہشت
کیوں نہ صدقے ہو ترے کوچہ پہ گلزار جناں — ہے وہ صدقے سے ترے سلے مرے مطلائے بہشت
ذاتِ اکرم جو نہ ہوتی تو نہ ہوتا موجود — عرش سے فرش تک اور دوزخ و نعمائے بہشت
تیرے کوچے کے تماشے سے تماشائے جناں — ہم کو بہتر ہے نہیں اے شہ یغمائے بہشت
گرد روضہ کے پھروں اور تصدق ہوں میں — آرزو ہے یہی اے سید والائے بہشت

ہے رضاؔ عاجز و مسکین و حزیں و گریاں
اس کا مقصود مدینہ ہے نہ نعمائے بہشت